

آل رسول و اصحاب رسول ایک دوسرے پر رحم کرنے والے

تالیف

صالح بن عبداللہ الدریش

ترجمہ

عبدالحمید الطہر

میرۃ الآل و الاصحاب
سلسلۃ العلاقة الحمیمۃ بین الآل و الاصحاب (۱)

آل رسول و اصحاب رسول ایک دوسرے پر رحم کرنے والے

رحماء بینہم: التراحم بین آل بیت النبی ﷺ و الصحابة رضی اللہ عنہم

ترجمہ: عبدالحمید الطہر

تالیف: صالح عبداللہ الدریش



انتساب

اہل بیت اور صحابہ
رضی اللہ عنہم کو چاہنے
والوں کے نام

نام کتاب	:	رحماء بینہم: التراجم بین آل بیت النبی صلوٰۃ اللہ علیہم و آلہم و الصحابة رضی اللہ عنہم
اردو نام	:	آل رسول اور اصحاب رسول: ایک دوسرے پر رحم کرنے والے
تصنیف	:	صالح بن عبداللہ الدرویش
ترجمہ	:	عبدالحمید اطہر

فہرست

۸	پیش لفظ
۱۲	صفات صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۷	پہلی بحث: نام کی دلالت
۱۸	کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے؟
۲۰	مناقشہ
۲۲	نتیجہ
۲۳	دوسری بحث: سسرالی رشتہ
۳۲	خلاصہ
۳۳	تیسری بحث: تعریف کی دلالت
۴۱	اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا موقف
۴۲	اہل بیت سے کیا مراد ہے؟
۴۳	اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ
۴۷	ماصوبوں کے سلسلے میں اہل سنت کا موقف
۵۰	وقفہ
۵۲	خاتمہ
۵۵	خاندان بنو ہاشم اور بعض عشرہ مبشرہ کے درمیان سسرالی رشتہ

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی ہم حمد و ثناء بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، ہم اللہ کے حضور اپنے انفس کی برائیوں اور اپنے برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے، وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جس کو گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اما بعد!

رسول اللہ ﷺ بنی نوع انسانی کے سردار اور آقا ہیں، یہ ایک شرعی حقیقت ہے، جس پر سبھی مسلمان متفق ہیں، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، یہ اتفاق اس امت کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے اور یہ اسی کا احسان ہے۔ علم وغیرہ میں بعض ائمہ کو رسول اللہ ﷺ پر فضیلت دینے والے بعض افراد کا کوئی اعتبار نہیں ہے (۱) یہ روایتیں بہت سی کتابوں میں موجود ہیں، جن کی بعض لوگ تاویل کرتے ہیں، تو دوسرے بعض ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ واضح ہے، آپ شفاعت کبریٰ اور حوض کوثر کے حامل ہیں، آپ دنیا و آخرت میں بلند مرتبے والے ہیں، ان حقائق کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ کی برکتیں آپ کے رشتے دار اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منتقل ہوئی تھیں۔

جی ہاں! اہل بیت کا مقام بہت بڑا ہے، اس کی وضاحت کے لیے بہت سی آیتیں نازل ہوئی ہیں اور متواتر حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اس مقام و مرتبے میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور آپ کی اولاد شامل ہیں، ان حدیثوں میں آل واصحاب کے فضائل اور

۱۔ مجلسی نے "بحر الانوار" میں یہ باب قائم کیا ہے: "انسانیا سے علم میں بڑے ہیں" ص ۸۴، اصول الکافی ج ۱ ص ۲۴۷ دیکھئے۔

فہرست

۸	پیش لفظ
۱۲	صفات صحابہ رضی اللہ عنہم
۱۷	پہلی بحث: نام کی دلالت
۱۸	کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے؟
۲۰	مناقشہ
۲۲	نتیجہ
۲۳	دوسری بحث: سسرالی رشتہ
۳۲	خلاصہ
۳۳	تیسری بحث: تعریف کی دلالت
۳۶	اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا موقف
۴۲	اہل بیت سے کیا مراد ہے؟
۴۳	اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ
۴۷	ماصوبوں کے سلسلے میں اہل سنت کا موقف
۵۰	وقفہ
۵۲	خاتمہ
۵۵	خاندان بنو ہاشم اور بعض عشر و مبشرہ کے درمیان سسرالی رشتہ

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی ہم حمد و ثناء بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، ہم اللہ کے حضور اپنے آپس کی برائیوں اور اپنے برے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے، وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جس کو گمراہ کرے، اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اما بعد!

رسول اللہ ﷺ بنی نوع انسانی کے سردار اور آقا ہیں، یہ ایک شرعی حقیقت ہے، جس پر سبھی مسلمان متفق ہیں، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، یہ اتفاق اس امت کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اللہ ہی کی تعریف ہے اور یہ اسی کا احسان ہے۔ علم وغیرہ میں بعض ائمہ کو رسول اللہ ﷺ پر فضیلت دینے والے بعض افراد کا کوئی اعتبار نہیں ہے (۱) یہ روایتیں بہت سی کتابوں میں موجود ہیں، جن کی بعض لوگ تاویل کرتے ہیں، تو دوسرے بعض ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ واضح ہے، آپ شفاعت کبریٰ اور حوض کوثر کے حامل ہیں، آپ دنیا و آخرت میں بلند مرتبے والے ہیں، ان حقائق کا انکار کوئی بھی نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ کی برکتیں آپ کے رشتے دار اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منتقل ہوئی تھیں۔

جی ہاں! اہل بیت کا مقام بہت بڑا ہے، اس کی وضاحت کے لیے بہت سی آیتیں نازل ہوئی ہیں اور متواتر حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اس مقام و مرتبے میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور آپ کی اولاد شامل ہیں، ان حدیثوں میں آل واصحاب کے فضائل اور

۱۔ مجلسی نے "معراج النوار" میں یہ باب قائم کیا ہے: "انسانیا سے علم میں بڑے ہیں" ص ۸۴، اصول الکافی ج ۱ ص ۳۷۷ دیکھئے۔

مقام دوسرے کو بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کردہ سبھی آثار سے بھی آلہ اصحاب کے فضائل معلوم ہوتے ہیں، جو اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، وہ سب سے پہلے ان فضائل اور مقام دوسرے میں شامل ہیں۔

اس سے پہلے شائع ہونے والی کتاب "صحبت رسول اللہ" میں اس کا تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے، ان چند صفحات میں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی آپس میں رحم دلی کے بارے میں گفتگو کریں گے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم صحبت رسول اللہ ﷺ اور اس کی فضیلت، آنی اور اصحاب کے درمیان ہم آہنگی کے بارے میں گفتگو سے آگے بڑھیں نہ کریں، جن پر صرف ایمان لے آئے اور آپ کی صحبت اختیار کرنے سے اصحاب رسول نے "صحابی" کا لقب پایا، جنت میں ان صحابہ کا مقام و مرتبہ اور درجہ اعمال صالحہ اور سید المرسلین کے ساتھ جنہوں نے ان کے اعتبار سے مختلف ہو گا، اسی طرح دنیا میں بھی صحابہ کا مقام ہمہ جہت اور انصار ہونے اور ان کے بعد آنے والوں کے اعتبار سے مختلف ہے، ہر ایک سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا يَسْتَوِي جَنْحُكَم مِّنْ أَنْفُقِ بْنِ فَيْسَلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلِ أَوْلِيكَ أَكْثَرُ مِنْ الَّذِينَ أَنْفَقُوا بَيْنَ بَعْدُ وَقَاتِلُوا وَكُلًّا وَغَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ" (سورہ حدیدہ ۱۰) تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور دشمنوں کے خلاف جنگ کی، یہ لوگ ان لوگوں سے درجے میں بہت بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی، اور ہر ایک سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ ہمارے اعمال سے باخبر ہے۔

جی ہاں! ہر ایک کا ایک مقام ہے اور ان کی فضیلت حاصل ہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم صحبت نبی کی عظمت کا ادراک کریں اور اس بات کو جان لیں کہ یہ مقام و مرتبہ قائم بالذات ہے، صرف اور صرف صحبت رسول اللہ کی وجہ سے حاصل ہے، البتہ اعمالی صالحہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے اعتبار سے ان کے مقام دوسرے کے مراتب ہیں، چنانچہ ان کے

مراتب متدرجہ ذیل ہیں: سابقون الاولون کا مقام سب سے بڑا ہے، اور جن میں اللہ نے صحبت نبی اور قربت نبی کو جمع کر دیا ہے (وہ آپ کے پاکیزہ اہل و عیال ہیں، ان پر اللہ کی سزا ملتی ہو اور اللہ ان سب سے راضی ہو جائے) ان کو صحبت نبی کے مقام دوسرے کے ساتھ قربت کا بھی حق حاصل ہے، اور اعمال کے اعتبار سے ان کا مقام و مرتبہ مختلف ہے۔

مختصر مقررہ کتب:

امت مسلمہ میں انتشار اور اختلاف کے اسباب کو تلاش کرنا اور ان اسباب کا علاج کرنا شرعی طور پر ضروری ہے، میری گفتگو ایک بہت بڑے مسئلے کے سلسلے میں ہے، اس کے بڑے اثرات مرتب ہوئے ہیں، امت نے کو پارہ پارہ کر دیا ہے، میں مختصراً آلہ بیت میں سے اصحاب رسول اور دوسرے صحابہ کرام کے درمیان آپس میں رحم دلی کے بارے میں گفتگو کروں گا، یہ صحیح ہے کہ ان کے درمیان آپس میں جھگڑیں ہوئی ہیں، لیکن وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے، چاہے کائنات چھانٹ کرنے والے اس سے غفلت برتیں یا تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کریں، یہ حقیقت روشن اور تابناک ہے اور اسی طرح روشن باقی رہے گی، جہاں کفر و کفرانہ کو افراد کے خیالات و نظریات اور من گھڑت کہانیوں اور افسانوں کی تردید کرتے رہیں گے، جن سے سیاسی مقاصد رکھنے والوں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اسی طرح دشمنوں نے بھی اپنے مقاصد اور مقاصد پورا کرنے اور امت مسلمہ میں اختلاف و انتشار کو ہوا دینے میں بھی ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔

اہل اہل

امت کی تاریخ کے بارے میں تحقیق و جستجو کرنے والوں اور اس موضوع پر تصنیف و تالیف کرنے والوں، بلکہ امت مسلمہ کو متحد کرنے کی دعوت دینے والوں سے ایک اہل ہے۔ ان لوگوں سے ایک اہل ہے جو گلابائزیشن کے خطرات اور اس کے منفی اثرات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، اور ان اثرات کے مقابلے کے لیے صفوں کو متحد کرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

بلکہ اس امت کے ہر غیر متنفذ فرد سے ایک اہل ہے۔ ہم ان تاریخی مسائل کو بحث و نظر کے بغیر کیوں چھیڑیں، جن کے منفی اثرات پڑتے ہیں اور جو دشمنی میں اضافہ کرتے ہیں؟ عوام کو نقصان پہنچانے کے لیے یا اندھی تقلید کے لیے یا مادی فائدوں کے لیے!!!

تسمیٰ بہت سے محققین اور مصنفین پر توجہ ہوگا، جو کمزور اور موضوع رواہوں پر، یا اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تاریخی یا فکری مسائل پر اپنا قیمتی وقت لگاتے ہیں اور بڑی محنت صرف کرتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں اور وہ علمی حقائق دریافت کر رہے ہیں!!! حالانکہ جن نتائج تک وہ پہنچتے ہیں وہ امت مسلمہ کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے اسباب ہیں، جب ان سے ان کے علم، تحقیق اور جدوجہد کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا!!! ان سے بہتر وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ یہ سب علم کی خاطر کر رہے ہیں، بس!!! وہ علمی بنیاد اور اساس کہاں ہے، جس کو انھوں نے اختیار کیا ہے؟؟

”صحبت رسول اللہ“ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے درمیان ہم آننگلی کو بیان کیا گیا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذمے داریوں میں سے ایک ذمے داری یہ بھی ہے کہ وہ ایمان والوں کا تزکیہ کریں، یہ وہ امی اور ان پڑھ لوگ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے شرف اور صحبت نبی کی عزت سے سرفراز کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ“ (سورہ بقرہ) اللہ تعالیٰ ہی نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان میں اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور علم و حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

یہ وہی لوگ ہیں، جن کی تربیت نبی رحمت اور رسول ہدایت ﷺ نے کی اور ان کو تعلیم سے آراستہ کیا۔

اس کتاب میں قائد اور آپ کے لشکر کے درمیان ہم آننگلی کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔

آننگلی رسول ﷺ اور ان سے استفادہ کرنے والوں کے درمیان ہم آننگلی کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔

پڑوسی رسول ﷺ اور ان کے پڑوسیوں اور ان کے ساتھ رہنے والوں کے درمیان ہم آننگلی کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔

رسول امام کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے، جن کی سلطنت میں صحابہ کرام تھے، جو آپ کی رعایا اور آپ کے صحابہ تھے۔

اس ہم آننگلی کے بارے میں پہلی کتاب کے پہلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ محترم بھائیو! تمہیں اس میں کوئی شک ہے ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اوامر، پیغام الہی پہنچانا، صحابہ کرام کا تزکیہ اور ان کی تربیت کرنا، اور ان کو تعلیم سے آراستہ کرنا وغیرہ اوامر کو پورا کیا، اس تزکیے کے ثمرات میں سے وہ قابل تعریف اوصاف و صفات ہیں جو صحابہ کی فطرت ثانیہ بن چکے تھے، اللہ ان سب سے راضی ہو جائے۔ یہی کافی ہے کہ وہ بہترین امت ہیں، جن کو لوگوں کے فائدے کے لیے نکالا گیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ“ (آل عمران ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے نکالی گئی ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان ”أَخْرِجْتَ“ (نکالا گیا) پر غور کرو، کس نے ان کو نکالا اور یہ مقام عطا فرمایا؟ یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَكُنَّا لِكَافِرِينَ مُرْسَلِينَ“ (سورہ بقرہ ۱۳۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف و توصیف اور تذکرے میں جو آیتیں نازل فرمائی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، ان بعض مواقف کے بارے میں بتایا جا چکا ہے، پھر ان کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

صحابہ کرام کے اوصاف حمیدہ

محترم بھائیو!

یہ بات یاد رکھو کہ یہ منفرد اور انوکھی نسل ہے، جن کو ایسے امتیازات حاصل ہوئے، جن کا حصول دوسروں کے لیے ناممکن ہے، ان کو صحبت، حتیٰ ہاں! صحبت رسول ﷺ کا شرف و امتیاز حاصل ہوا۔

آپ ﷺ نے ان کی تربیت کی، ان کو علم سکھایا، ان کو ادب سے آراستہ کیا، ان ہی کے ذریعے کافروں سے جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی مدد و نصرت کی۔

ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اوصاف حمیدہ میں سے صرف ایک صفت کے بارے میں گفتگو کریں گے، اور اس پر سیر حاصل بحث کریں گے، مختلف فرقوں اور گروپوں کے سبھی مسلمانوں کے لیے یہ ایک معلوماتی تحقیق ہوگی!

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون سی صفت ہے؟؟

یہ صفت ہے رحم کی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صفت پر گفتگو کیوں کی جائے؟؟

محترم بھائیو!

اس صفت کے راز کے بارے میں کیا تم نے میرے ساتھ غور کیا ہے؟ اگر آپ نے سوچا ہے تو اس صفت کے بارے میں گفتگو کرنے کے بہت سے اسباب ملیں گے، لیکن میں یہاں صرف چند اسباب کو اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

جہ پہلا سبب: یہ صفت بڑی ہی عظیم الشان ہے اور اس میں بہت سے معانی پوشیدہ ہیں، اس صفت کے بارے میں آیتیں نازل ہوئی ہیں اور حدیثیں وارد ہوئی ہیں، اس سے بڑھ کر ہمارے پروردگار کی صفت بھی رحمن اور رحیم ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی تعریف میں فرماتا ہے: "لقد جلد

کم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین

رؤوف رحیم" (النورہ: ۱۱۸) (تمہارے پاس ایک ایسے رسول تشریف لائے ہیں، جو تم ہی میں سے ہیں، جن کو تمہارے نقصان کی بات بڑی گراں گزرتی ہے، جو تمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند ہیں، ایمان والوں کے ساتھ شفقت اور مہربان ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔ (بخاری: مسلم)

اس صفت کے بارے میں گفتگو کی جائے تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو جائیں گے، کیوں کہ اس کے بارے میں کثرت سے قرآنی اور نبوی نصوص وارد ہوئے ہیں، جو کسی اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔

بڑا دوسرا سبب: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کی تعریف کرنے کے لیے اس صفت کو منتخب کیا ہے، دوسرے اوصاف کے مقابلے میں اس صفت کے انتخاب میں بڑی حکمتیں اور بہت سے فوائد پوشیدہ ہیں، اس صفت سے تعریف کرنا علمی اعجاز میں سے ہے۔

جو اس کے بارے میں غور کرے گا اس کے سامنے اعجاز واضح ہو جائے گا، کیوں کہ ان کے درمیان آپس میں موجود رحم کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے دوسرے اوصاف کے بجائے اس صفت کا تذکرہ کیوں کیا ہے؟؟

کیوں کہ اس میں طعن و تشنیع کی ان بے سرو پدانوں کی تردید ہے جو بعض کتابوں میں لکھی گئی ہیں۔ بعد میں افسانہ سازانہوں کے لیے بنیادی محور ثابت ہوئیں۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَرْسَلْنَا عَلٰى

الْكٰفِرِيْنَ رَحْمَةً لِّبَيْنِهِمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سٰجِدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا

سِيْنَسَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثْرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰتِ وَمَثَلُهُمْ فِي

الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطَآءُهٗ فَاَزْرَهٗ فَاسْتَعْلَظَ فَاَسْتَوٰى عَلٰى سُوْبِهٖ" (سہ)

عج ۲۶) محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت اور آپس

میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے

کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں ہیں، سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے

چہروں پر ان کے آثار نمایاں ہیں، تو رات میں یہ ان کا وصف بیان کیا گیا ہے، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو طاقت ور کیا، پھر وہ اور سوئی ہوئی پھر اپنے منہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

بڑا تیسرا سبب: اس حقیقت کو مستحکم بنانا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے اور رحمت کی صفت ان کے دلوں میں پیوست تھی، یہ ایک حقیقت ہے، جس سے ان روایتوں، افسانوں اور من گھڑت کہانیوں کی تردید ہوتی ہے جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ تصویر بنتی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے والے وحشی تھے، اور ان کے درمیان دشمنی عام بات تھی!!

جی ہاں! جب تمہارے دل میں یہ بات پیوست ہو جائے گی کہ صحابہ آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے اور تمہارے دل کی گہرائیوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی تو دل مطمئن ہو جائے گا اور جن کے لیے اللہ نے دعا کرنے کا حکم دیا ہے ان کا کینہ دل سے نکل جائے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ" (سورہ مشرہ ۱) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگارا! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما۔ اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لائے ہیں، اے ہمارے پروردگارا! تو بڑا شفیع اور نہایت مہربان ہے۔

بڑا چوتھا سبب: محققین کے نزدیک یہ اصول مسلم ہے کہ سند کے ساتھ متن پر بھی توجہ دی جائے، روایتوں کی سندوں کے ثابت ہونے کے بعد متون پر تحقیق اور ان کو قرآنی نصوص اور اسلام کے کلی اصول و ضوابط سے موازنہ کرنا اور روایتوں کے درمیان تعلق دینا علم میں چنگی رکھنے والوں کا طریقہ کار ہے۔

تاریخی روایتوں کی تحقیق میں اس منہج اور اسلوب کو اختیار کرنا ضروری ہے، لیکن

بڑے افسوس کی بات ہے کہ محققین سندوں کی تحقیق سے غفلت برتتے ہیں اور صرف تاریخ اور ادب کی کتابوں میں روایتوں کی موجودگی کو کافی سمجھتے ہیں!! اور جو سندوں پر توجہ دیتے ہیں، وہ متون پر غور کرنے سے غفلت برتتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ متون قرآن کے بالکل مخالف ہیں۔

محترم بھائیو!

فیصلہ کرنے سے پہلے اور الزامات تقسیم کرنے سے پہلے، بلکہ اپنی تاریخی، خاندانی اور موروثی معلومات پر بھروسہ کرتے ہوئے احکام صادر کرنے سے پہلے، بلکہ جذباتی دشمنی سے پہلے، تھوڑی دیر کو اور ان دلائل کا مطالعہ کرو، جن کا میں نے یہاں تذکرہ کیا ہے، یہ دلائل واضح ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مانوس بھی نہیں ہیں، اس کے ساتھ یہ بہت آسان بھی ہیں اور ان کے معانی بڑے طاقت ور بھی ہیں، مثلاً سورہ فتح کی آخری آیت کی طاقت و قوت کو بھی دیکھیے: "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ نَفَعْنَا لَكُمْ عَلٰى الْكُفْرٰنِ رُحْمًا يُبَسِّطُھُمْ تَرَھُمْ رُكْعًا سَجْدًا يُّبْتَغُوْنَ فِضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيقَاھُمْ فِيْ وُجُوْھِهِمْ مِّنْ اَنْۢرِ الشُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُھُمْ فِي التَّوْرٰتِ وَنَضَلُّھُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَذٰرِعٍ اَخْرَجَ سَطْرًاۙ فَارۡزُقُوْا فَاَسْتَعْلَظْ فَاَسْتَوٰى عَلٰى سُوْقَيْہِ" (سورہ فتح ۳۹) محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں ہیں، سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے چہروں پر ان کے آثار نمایاں ہیں، تو رات میں یہ ان کا وصف بیان کیا گیا ہے، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو طاقت ور کیا، پھر وہ اور سوئی ہوئی پھر اپنے منہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَالَّذِيْنَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا لِلَّذِيْنَ

اِنذْ فِي زُبْنِكَ اِنَّكَ زَوْوٌ رَّحِيْمٌ“ (سورہ شوریٰ) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کی مسخرتے فرما۔ اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لائے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔

ان آیتوں کی تلاوت کرو اور ان کے معانی پر غور کرو۔

پہلی بحث

نام کی دلالت

اسم سنی پر دلالت کرتا ہے، نام عنوان ہے جو شئی کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے، یہ عام بات ہے کہ لوگ اس پر عمل کرتے ہیں، کوئی بھی عقل مند اسم کی اہمیت کے بارے میں شک نہیں کرتا، کیوں کہ نومولود بچہ اسی سے متعارف ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں اور دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے، یہ اس کی اور اس کے بعد اس کی اولاد کی نشانی اور علامت بن جاتا ہے، انسان فنا ہو جاتا ہے، لیکن اس کا نام باقی رہتا ہے۔

”اسم“ فقط ”سمو“ سے مشتق ہے، جس کے معنی بلندی کے ہیں، یا یہ ”وسم“ سے مشتق ہے، جس کے معنی علامت کے ہیں۔

یہ تمام چیزیں نومولود بچے کے نام کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

بچے کے لیے نام کی کیا اہمیت ہے؟ یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے، اسی سے اس کے دین اور عقل پر دلالت ہوتی ہے، کیا تم نے سنا ہے کہ نصاریٰ یا یہود اپنے بچوں کے نام محمد (بی بی بی بی) رکھتے ہیں؟؟؟

یا مسلمان اپنے بچوں کے نام لات اور عزیٰ رکھتے ہیں؟؟؟ ایسے لوگ بہت ہی کم اور شاذ ہوں گے۔

نام کے ذریعے ہی بچہ اپنے باپ سے مربوط اور منسلک ہوتا ہے، باپ اور گھر والے اپنے بچوں کو اسی نام سے پکارتے ہیں، جس کو انھوں نے منتخب کیا ہے، خاندان والوں میں نام کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے، یہ کہاوٹ ہے، تمہارے نام سے میں تمہارے لہا کو پہچانتا ہوں۔

اسلام میں نام کی اہمیت

نام کی اہمیت کے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ شریعت نے ناموں پر بڑی توجہ دی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ اور صحابیات کا نام تبدیل کیا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے شہر کا بھی نام تبدیل کیا، جس کا قدیم نام یثرب تھا، اس کو بدل کر آپ نے اس شہر کا نام مدینہ رکھا، رسول اللہ ﷺ نے ”ملک الاملاک“ (شہنشاہ) نام رکھنے سے منع فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ نام ”ملک الاملاک“ (شاپان شاہ) ہے،“ نبی کریم ﷺ نے اپنے بچوں کے نام عبد اللہ اور عبد الرحمن وغیرہ رکھنے کا حکم دیا ہے، جس میں رب اعزت کی بندگی کا احساس ہوتا ہو، اسی طرح عیونیت کا اظہار ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نزدیک سب سے محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں“، انارے رسول اللہ ﷺ کو خوبصورت اور اچھے نام پسند تھے، آپ ناموں سے نیک قال کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کی میرت میں اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔

علماء اصول و لغت کے نزدیک یہ اصول مقرر ہے کہ ناموں کی دلائل ہوتی ہیں، اور اس کے معانی پائے جاتے ہیں، اس مسئلہ کی تفصیلات لغت اور اصول فقہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، علمائے کرام نے اس مسئلہ پر میر حاصل بحث کی ہے اور اس کے فروعی مسائل کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟

حضرت موبھائی!

جلدی نہ کرو اور تعجب بھی نہ کرو! میرے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہو اور اس

سوال کا جواب پاؤ۔

تم اپنے بچے کا نام کون سا رکھتے ہو؟

کیا تم اپنے بچے کا نام ایسا رکھتے ہو جس کے معنی تمہارے نژدہ یک یا اس کی ماں یا گھر والوں کے نژدہ یک پسندیدہ ہو؟
یا تم اپنے بچے کا نام اپنے دشمنوں کے نام پر رکھتے ہو؟؟
سبحان اللہ!!

ہم اپنے لیے ایسے ناموں کا انتخاب کرتے ہیں جن کی کوئی دلالت ہوتی ہے اور ہرے پاس اس کے معنی ہوتے ہیں، جو نام لوگوں میں بہترین تصور کیے جاتے ہیں، ان کا ہم انتخاب کرتے ہیں پھر ہم کیوں بہترین لوگوں کے بارے میں اس منطوق کو ٹھکراتے ہیں اور کہتے ہیں جنہیں؟ انہوں نے اپنے بچوں کے نام سیاسی اور معاشرتی اسباب کی وجہ سے لوگوں سے ہٹ کر رکھا ہے!! ان ناموں کے انتخاب میں ان کے نژدہ یک کوئی دلالت نہیں ہے!!

امت کے عقلمند افراد، قائدین اور حسب و نسب میں باعزت لوگ بیچا انسانیت معافی و مطالب سے بھی محروم ہیں، کیوں کہ ان کے لیے یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کے نام اپنے محبوب لوگوں اور اپنے بھائیوں کے نام پر ان کے فضل و احسان اور محبت کا اعتراف کرتے ہوئے رکھیں، بلکہ وہ اپنے بعض بچوں کا نام اپنے دشمنوں کے نام پر رکھتے ہیں!! کیا تم اس کی تصدیق کرو گے؟؟

معلومات کے لیے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ نام کسی ایک فرد کا نہیں ہے، بلکہ بہت سے بچوں کا رکھا گیا ہے، پھر یہ نام کئی صدیوں بعد دشمنی بھلانے کے بعد نہیں رکھے گئے ہیں، بلکہ دشمنی حسب چوٹی پر تھی اس وقت یہ نام رکھے گئے ہیں (جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں) لیکن ہم کہتے ہیں کہ بلکہ محبت کی انتہا کے وقت یہ نام رکھے گئے ہیں۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے، جس کی تحقیق کرنا اور اس پر توجہ دینا ضروری ہے، کیوں کہ اس میں بہت سی عظیم دلائل ہیں اور اس میں اوہام پرستی، من گھڑت کہانیوں اور افسانوں کی تردید ہے، اس میں دل اور جذبات کے لیے خطاب ہے اور اس میں عقل مندوں کے لیے اطمینان ہے، جس کی تردید اور تاویل کرنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔۱: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سے پہلے خلفائے راشدین ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابو بکر بن علی بن ابوطالب: جو اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے
 ۲۔ عمر بن علی بن ابوطالب: یہ بھی اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے
 ۳۔ عثمان بن علی بن ابوطالب: یہ بھی اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے
 ۴۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کے نام ابو بکر بن حسن، عمر بن حسن اور طلحہ بن حسن رکھے، جو سب کے سب اپنے چچا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے۔

۵۔ حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بچے کا نام عمر بن حسین رکھا۔

۸۔۹: سیدنا لیلین حضرت علی بن حسین زین العابدین (چوتھے امام) نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا اور اپنے بچے کا نام عمر رکھا، جن سے اولاد ہوئی (۱)

اسی طرح دوسرے اہل بیت عباس بن عبدالمطلب، جعفر بن ابوطالب اور مسلم بن عقیق نے بھی اپنی اولاد کے نام خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے نام پر رکھے، یہاں کبھی ناموں کو جمع کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ مقصد کے حصول کے لیے چند ناموں پر اکٹھا کیا جاتا ہے

مناقشہ

بعض لوگ اس سے انکار کرتے ہیں کہ حضرت علی اور ان کی اولاد نے اپنے بچوں کے یہ نام رکھے، یہ لوگ وہ ہیں جن کو انساب اور امام کا علم نہیں ہے، اور کتابوں کی دنیا سے ان کو بہت کم واسطہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

کہا برائے اور علماء نے ان لوگوں کا جواب دیا ہے، کیوں کہ ان ناموں کی موجودگی کے دلائل قطعی ہیں اور اہل بیت کی اولاد میں ان ناموں کا پایا جانا یقینی ہے، معتمد کتابوں میں

۱۔ کتب الخیرہ ۳۳۳/۲، بحوالہ محمد ۱۰۳۳، ص ۱۰۳، شرح بحی ۱۱۲، تذکرہ آلہ صحابہ کے نام پائے جاتے ہیں، تصبیحات کے لیے دیکھا جائے: انعام الطریق للعلوی ۲۰۳، روضا للعابد ۱۸۶، تاریخ اصفہانی ۳۲۲/۲

یہاں تک کہ کربلا کے بارے میں وارد روایتوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے کہ امام حسین کے ساتھ ابو بکر بن علی بن ابوطالب اور ابو بکر بن حسن بن علی کے علاوہ دو بھی شہید ہو گئے، جن کا تذکرہ پچھلے صفحات میں کیا گیا ہے۔

تجرباں ایہ سب حضرت حسین کے ساتھ شہید ہو گئے، ان کا تذکرہ ان کتابوں میں ہے، جن میں اس اندوہناک حادثے کا تذکرہ ملتا ہے، تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موجود ہی نہیں ہیں، اس کربلاک، واقعے کے دن عمر بن علی بن ابوطالب اور عمر بن حسن نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔

ان ائمہ کرام کا اپنی اولاد کا نام ابو بکر، عمر، عثمان اور عائشہ وغیرہ کہا بر صحابہ کے نام پر رکھنے کے مسئلے کا شافی اور اطمینان بخش جواب ہم کو نہیں ملتا ہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم ناموں کے مسئلے میں یہ کہیں کہ نام کی کوئی دلالت اور معنی ہی نہیں ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہم اس مسئلے کو من گھڑت کہیں، کیوں کہ اس کا مطلب کبھی کتابوں کی بھی روایتوں پر طعن و تفتیح کرنا ہوگا، کیوں کہ جس طبقے کو جو روایت پسند نہیں آئے گی وہ یہ کہیں گے کہ یہ جھوٹ اور من گھڑت ہے، بلکہ اس دنیا کی خواہشات سے مطابقت نہ رکھنے والی ہر روایت کو دھڑکا کر جانے گا اور بڑی آسانی سے یہ کہہ کر اس کی تردید کی جائے گی کہ یہ من گھڑت ہے!! خصوصاً اس صورت میں کہ ہر عالم کو روایتوں کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا حق ہے، اسی وجہ سے ان کے پاس کوئی ضابطہ اور اصول نہیں ہے، یہ ہنسانے اور لانے والی لطیف بات ہے کہ یہ کہا جائے: کہا بر صحابہ (جن کا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے) کے نام پر نام رکھنا ان کو گالی دینے اور ان کے سب دشمن کے لیے ہے!! یہ کہا گیا ہے کہ اس طرح کے نام رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عوام کی محبت حاصل کی جائے، کیوں کہ امام نے اپنی اولاد کا نام اس لیے رکھا، تاکہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ وہ خلفاء سے محبت کرتے ہیں اور وہ ان سے راضی ہیں!! یعنی اقیہہ کرنے کے لیے یہ نام رکھا کرتے تھے۔

اللہ کی پناہ! کیا خازرے لیے یہ کچھ ناجائز ہے کہ امام نے اپنے ساتھیوں اور عام لوگوں

کو دلو کہ دینے کے لیے کچھ کام کیے؟؟

امام اس کی خاطر اپنی اولاد اور ذریرت کو کیسے نقصان پہنچا سکتے ہیں؟؟

وہ کون لوگ ہیں جو ان ناموں کی وجہ سے امام کو چاہیں گے؟؟ امام کی بہادری اور عزت نفس اس بات سے انکار کرتی ہے کہ وہ خود کو اور اپنی اولاد کو ہنوتیم، ہنوعدی یا نبی امیہ کی وجہ سے ذلیل کریں، امام کی سیرت پر ہننے والے کے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے اور اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ امام ان جھوٹی روایتوں کے برخلاف لوگوں میں سب سے زیادہ بہا اور تھے، جس روایتوں سے آپ بزدل ثابت ہوتے ہیں کہ وہ نہ اپنے دین کے لیے انتقام لیتے تھے اور نہ اپنی عزت کے لیے، وہ سب موضوع ہیں، اتنے ہی بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

نتیجہ

امام علی اور ان کی اولاد ائمہ کرام نے جو کچھ کیا ہے، یہ اہل بیت کی خلفائے راشدین اور سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچی محبت کی طاقت و عقلی، نفسیاتی اور روحانی دلیل ہے، تم خود بھی یہی حقیقی زندگی گزار رہے ہو، اس لیے اس کی ترویج کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، اس حقیقت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ رُحَمَآءٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكُوعًا سَاجِدًا يُبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَانُهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السَّجُوْدِ نَالِكَ مَقْلَبُهُمْ فِيْ السَّوْرِ اِلٰهًا وَمَعْلُوْمًا فِي الْاِنجِيْلِ كَزُرْعٍ اَخْرَجَ شَطْرًا فَارزُدْ فَاسْتَغْلَبْ فَاسْتَوٰجِ عَلٰى صُوْقِهِ" (سورہ ۵۹) محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں ہیں، سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے چہروں پر ان کے آثار نمایاں ہیں، تو رات میں یہ ان کا

وصف بیان کیا گیا ہے، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ جیسے کھتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو طاقت ور کیا، پھر وہ اور سوئی ہوئی پھر اپنے سنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

محترم بھائی!

اس آیت کو اور ایک مرتبہ پڑھو، اس کے معانی پر غور کرو: اور صفت "رحمت" پر تدبر کرو۔

دوسری بحث

آل اور اصحاب میں سسرالی رشتہ

محترم قارئین!

آپ کے جگر کا ٹکڑا، آپ کی بیٹی، دل کا سکون، اس کی شادی، آپ کس کے ساتھ کریں گے؟ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اس کی شادی ایک فاجر و فاسق اور مجرم کے ساتھ کرو، اس کی ماں یا بھائی کے قاتل کے ساتھ نکاح کرو؟ تمہارے نزدیک سسرالی رشتے کا کیا مطلب ہے؟

معاہرت کے لغوی معنی: "صاھرۃ" صاھر کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: "صاھرت القوم" یعنی میں نے ان میں شادی کی۔ علامہ انزہری نے لکھا ہے: معاہرت میں محارم مردوں اور عورتوں مثلاً ماں، باپ اور بھائی وغیرہ کے رشتے دار شامل ہیں، اور جو شوہر کی طرف سے اس کے قریبی محرم رشتے دار ہوں وہ بھی عورت کے سسرالی رشتے دار ہیں۔

مرد کے سسرالی اس کی بیوی کے رشتے دار ہیں اور عورت کے سسرالی اس کے شوہر کے رشتے دار ہیں۔

غلامہ کلام یہ کہ عربی زبان میں معاہرت کہتے ہیں عورت کے قریبی رشتے داروں کو اور بھی اس کا استعمال مرد کے قریبی رشتے داروں کے لیے بھی ہوتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سسرالی رشتے کو اپنی نشانوں میں سے شمار کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ بَيْنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا" (انجرات ۵۳) ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا بنایا، بلاشبہ

آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے۔

اس آیت کریمہ پر غور کرو اور سوچو کہ اللہ انسان کو نسب اور سسرالی رشتے کے ذریعے ایک دوسرے سے کیسے مربوط کرتا ہے، کیوں کہ معاہرت شرعی رابطہ ہے، جس کو اللہ نے نسب کی طرح ہی قرار دیا ہے اور دونوں کا تذکرہ ایک ساتھ کیا ہے، نسب باپ کے رشتے داروں کو کہتے ہیں، بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ نسب سے مراد مطلق رشتے داری ہے۔

یہ بات یاد رکھو کہ نسب اور سسرالی رشتے کو اللہ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے اور اس کی عظیم دلائل ہیں، پس تم اس سے غافل نہ ہو جاؤ اور اس کو بھلا نہ دو۔

سسرالی رشتہ تاریخی حیثیت سے

عربوں کے نزدیک سسرالی رشتے کا خاص مقام و مرتبہ ہے، عرب حضرات نسب پر فخر کرتے تھے، اس میں اپنی بیٹیوں کے شوہروں یعنی دلدادوں اور ان کے مقام و مرتبے پر بھی فخر کرتے تھے، عرب اس شخص کے ساتھ اپنی عورتوں کی شادی نہیں کرتے ہیں، جن کو وہ اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں، یہ عربوں کے ہارے میں مشہور ہے، بلکہ عجم کے بہت سے خاندانوں میں بھی یہ رواج پایا جاتا ہے، مغرب میں نسلی امتیاز سب سے بڑا معاشرتی مسئلہ ہو گیا ہے۔

عرب اپنی عورتوں کے سلسلے میں بڑے غیرت مند ہیں، جس کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں بعض عرب عار کے خوف سے اپنی چھوٹی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے، یہ اشارہ ہی کافی ہے، اس کے اثرات آج تک باقی ہیں، جو بڑھنے والوں سے خلی نہیں ہے۔

اسلام میں سسرالی رشتے کی اہمیت

اسلام نے آکر اوصاف حمیدہ اور قابل ستائش امور کو مستحکم کیا اور بری چیزوں سے منع فرمایا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ اعتبار تقویٰ کا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "إِن كُنْتُمْ كُفْرًا فَتَعَالَى اللَّهُ عَنِ مَقْعَدِ كُرْسِيِّكُمْ أُنْتُمْ كُفْرًا" (انجرات ۱۳) تم میں اللہ کے نزدیک سب

سے باعزت وہ ہے جو سب سے بڑی متقی ہو (یہ شرعی اعتبار سے ہے۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دین، نسب، پیشے اور ان سے متعلقات میں کفو کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور تفصیلی احکام بیان کیے ہیں، عقد صحیح ہونے کے لیے کفو ہونا شرط ہے یا نہیں؟ کیا یہ بیوی کا حق ہے یا عورت کے اولیاء اس میں شریک ہیں؟ نکاح کے باب میں اس کے علاوہ بھی دوسری بحثیں کی جاتی ہیں۔

عزت کی حفاظت اور عورتوں پر غیرت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی واضح تعلیمات ملتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے اپنی عزت کی حفاظت کرنے ہوئے قتل ہونے والے کو شہادت کا درجہ دیا ہے، خود نبی کریم ﷺ نے اس عورت کی خاطر جس کی عزت کو ایک یہودی نے پامال کیا تھا جنگ کی قیادت کی ہے، یہ قصہ یہودی قبیلے بنو قریظہ کا کی بد عہدی اور معاہدہ توڑنے کا ہے جو مشہور و معروف ہے، واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک یہودی نے اپنے پاس سونا خریدنے آئی ہوئی ایک دو شیزہ سے چہرہ کھولنے کا مطالبہ کیا تو اس مسلم عورت نے انکار کیا، اس یہودی نے اس عورت کا کپڑا کھینچا، وہ بھی ہوئی تھی، اس کو یہودی کی اس حرکت کا احساس نہیں ہوا، جب وہ کھڑی ہو گئی تو پردہ کھل گیا، اس نے مدد طلب کرنے کے لیے چلانا شروع کیا، وہیں قریب میں ایک مسلم نوجوان تھا، اس نے آ کر یہودی کو مار ڈالا، یہودی ہر طرف سے جمع ہو گئے اور اس مسلم نوجوان کو قتل کر دیا، اس کے علاوہ دوسری وجوہات کی وجہ سے یہودیوں کے ساتھ معاہدہ ختم ہو گیا۔

محترم قارئین! بعض شرعی احکام پر غور کرو، مثلاً عقد نکاح میں ولی اور گواہوں کا پایا جانا شرط ہے، بلکہ ذاتی تہمت لگانے کی سزا، زنا کے حدود وغیرہ احکام پر غور کرو، جو عزت کی حفاظت کے لیے نافذ کیے گئے ہیں۔

ان احکام، ان میں موجود حکمتوں اور معاشرے پر ان احکام کے اثرات پر غور کرنے سے تمہیں اس موضوع کی اہمیت کا علم ہو جائے گا اور اس کی اہمیت واضح ہو جائے گی۔

سسرالی رشتے کا وجہ سے بہت سے احکام مرتب ہوتے ہیں، عقد نکاح کی

مشروعیت کے سلسلے میں غور کرو کہ یہ ایک پختہ معاہدہ ہے، آدمی سب سے پہلے عورت کا ہاتھ مانتا ہے، جس کے بہت سے احکام ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس کا رشتہ قبول کیا جائے یا ٹھکرادیا جائے، رشتہ جھینے والا اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کے تعاون سے اس رشتے کو قبول کرانے اور منوانے کی کوشش کرتا ہے، عورت کے گھر والے اور رشتے دار لڑکے کے ہارے میں دریافت کرتے ہیں، ان کو رشتہ قبول کرنے یا ٹھکرانے کا حق ہے، یہاں تک کہ اگر بدایا دیے جائیں یا نکاح سے پہلے ہی مہر ادا کر دیا جائے تو بھی نکاح ہونے سے پہلے پہلے رشتہ ٹھکرانے کا حق رہتا ہے۔

عقد نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہے، نکاح کی تشہیر کرنا ضروری ہے، یہ شرعی حکم ہے، کیوں؟ کیوں؟ کیوں کہ نکاح کے بعد بہت سے احکام مرتب ہوتے ہیں، انہی رشتے دار بن جاتے ہیں اور دو خاندانوں کے درمیان سسرالی رشتہ قائم ہو جاتا ہے، نکاح کی وجہ سے شوہر پر بہت سی عورتیں ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہیں یا بیوی کے ساتھ نکاح باقی رہنے تک بہت سی عورتیں حرام رہتی ہیں، اس مختصر سے کتابچے میں اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے، یہاں صرف اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ اس موضوع کی اہمیت یاد دلائی جائے، تاکہ اصل موضوع میں اس کا فائدہ حاصل ہو، پس مندرجہ ذیل معلومات پر غور کرو:

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی بہن کی شادی ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کی، کیا ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علی نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے خوف زدہ ہو کر ان کے ساتھ کی؟ حضرت علی کی بہادری کہاں چلی گئی؟ اپنی بیٹی سے ان کی محبت کہاں چلی گئی؟ کیا وہ اپنی بیٹی کی شادی ایک ظالم سے کر رہے ہیں؟ اللہ کے دین کی خاطر آپ کی غیرت کہاں چلی گئی؟؟ بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں، اسے سوالات اٹھتے ہیں کہ جن کی کوئی وجہ نہیں، یا آپ یہ بات کہیں گے کہ حضرت علی نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت عمر سے اس لیے کی کہ آپ کو ان پر اطمینان تھا اور آپ خود ان سے

شادی کر دانا چاہتے تھے، جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنت رسول ﷺ کے ساتھ شرعی طریقے پر صحیح شادی کی، جس میں کوئی شک اور شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ (۱) اگلے حکایت میں بیوی کی تاکید کے لیے عہد کے اقوال بیان کیے جائیں گے، جن سے صحیح تہنیت کرنے والوں کی ترویج ہوگی اس شادی سے دو خاندانوں کے درمیان مضبوط تعلقات اور محبت کا پتہ چلتا ہے، یہ محبت اور تعلق کیسے نہیں ہوگا؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک بیوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دختر تھی، حضرت عمر کے ہم کلتوم بنت علی کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ہی دونوں خاندانوں کے درمیان سرسری رشتہ قائم تھا۔

دوسری مثال: امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول ہی کافی ہے: ”ابو بکر نے مجھے وہ مرتبہ جنا ہے“۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ جعفر کی ماں کون ہیں؟ یہ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر ہیں۔ (۱)

عقل مندو! حضرت جعفر نے ابو بکر کیوں کہا؟ محمد بن ابو بکر کیوں نہیں کہا؟؟ جی ہاں! انھوں نے ابو بکر کے نام کی صراحت کی ہے، کیوں کہ بعض لوگ ان کے فضل کا انکار کرتے ہیں، البتہ آپ کے فرزند پر سبھوں کا اتفاق ہے، اللہ کی قسم! انسان کس پر فخر کرتا ہے! سوچنے کی بات ہے۔

محترم بھائیو! مہاجرین اور انصار صحابہ کا نسب ایک دوسرے سے مربوط ہے، اس حقیقت سے ہر وہ شخص واقف ہے جس کو مہاجرین و انصار کے نسب کے بارے میں معلوم ہے، یہاں تک کہ ان کے آزاد کردہ غلام بھی نسب میں شامل ہیں، جی ہاں! آزاد کردہ غلاموں نے قریش کے مساوات اور شرفاء سے شادی کی، یہ زید بن حارثہ ہیں، جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ صحابہ کرام میں صرف ان ہی کا نام قرآن کریم میں سورہ احزاب میں آیا ہے، ان کی بیوی کون ہیں؟ وہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ہیں، جن سے بعد میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کی۔

یہ اسامہ بن زید ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی خاندان قریش کی ایک لڑکی فاطمہ بنت قیس کے ساتھ کی۔ (۱) یہ آزاد کردہ غلام سالم ہیں، ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کی شادی اپنی بیٹی بنت ولیدہ بنت عقبہ کے ساتھ کی، جن کے والد قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ (۲)

صحابہ کے آپس میں سرسری رشتے داری کے بارے میں گفتگو کی جائے تو بہت طویل ہو جائے گی، اہل بیت اور خلفائے راشدین کے درمیان شادیوں کی چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت محمد ﷺ کی دختر ام کلثوم کے ساتھ شادی کی۔

جعفر صادق کی ماں کا تذکرہ ہو چکا ہے، آپ کی دادیاں کون ہیں؟ دونوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتیاں ہیں۔

محترم بھائیو! شیطان و وسوسوں سے دور رہو، اور سنجیدگی کے ساتھ غور کرو اور بار بار سوچو، کیوں کہ تم مسلمان ہو اور عقل کا کیا مقام درجہ ہے؟ اس سے تم ناواقف نہیں ہو، غور و خوض کرنے کی ترغیب دینے والی آیتیں بہت سی ہیں، جن کو یہاں تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اسی وجہ سے ہم پر ضروری ہے کہ ہم اپنی عقلوں کو کام میں لائیں، تقلید چھوڑ دیں اور اس بات سے چونکا رہیں کہ کھلواڑ کرنے والے ہماری عقلوں سے کھلواڑ نہ کریں، ہم انسان اور جنات شیاطین سے سچے و علیم اللہ جبارک و تقالی کے حضور پناہ مانگتے ہیں۔

نہج محترم! یہ تم اس بات پر راضی ہو جاؤ گے کہ تمہارے والد اور دادا کو گالی دی جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ کی عورتوں کی سردار کی شادی طاقت کے زور پر کی گئی، باوجود یہ

کہ آپ کا پورا کا پورا خاندان خوددار ہے؟

کیا تم اس پر راضی ہو جاؤ گے کہ یہ کہا جائے کہ اس شرم گاہ کو غضب کیا گیا ہے؟
بے انتہا سوالات کی پوچھا ر شروع ہو جائے گی، کون سی عقل اس نکو اس پر راضی ہو جائے گی
اور کون سادوں اس روایت کو قبول کرے گا! اے اللہ! تو ہم کو اپنے نیک بندوں کی محبت عطا
فرما، اے اللہ! تو ہمارے ان دعاؤں کو قبول فرما۔

تیسری بحث شروع کرنے سے پہلے ایک وضاحت:

علفانے راشدین اور صحابہ کرام کو گلی دینے والوں کے نزدیک جو کتابیں معتقد ہیں
ان سے بعض تصوف اور اکتبا سات کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے، جن میں حضرت عمر کی شادی
ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہونے کا ثبوت ملتا ہے، یہ کتابیں ان کے معتبر علماء
کی تحریر کردہ ہیں۔

امام صفی الدین محمد بن تاج الدین (۱) نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے، جو کتاب
انہوں نے ہاراکو کے ماہی، اسماعیل الدین حسین بن نصیر الدین طوسی کی خدمت میں بطور ہدیہ
پیش کی تھی، انہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیچوں کا تذکرہ کرتے ہوئے
لکھا ہے: "ام کلثوم کی ماں قلمہ بنت رسول اللہ ہیں، جن کے ساتھ عمر بن خطاب نے
شادی کی، جن سے زید کی پیدائش ہوئی، پھر حضرت عمر کے جد عبد اللہ بن جعفر نے ان کے
ساتھ شادی کی"۔ (۲)

محقق سید مہدی رجائی کی یہ بات دیکھی جائے، انہوں نے بہت سے اقوال نقل
کئے ہیں، ان میں سے علامہ ابن کسین عمری (۳) کی تحقیق ہے، انہوں نے اپنی کتاب
"المجدی" میں لکھا ہے: ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے، جس کو ہم نے ابھی ابھی پڑھا ہے کہ
عباس بن مطلب نے اس کی شادی اس کے والد کی رض مندی اور اجازت کے ساتھ عمر

۱۔ ہونہی طغلی مٹی کے ہارے مشہور ہیں، جن کی وفات ۶۰۹ء ہجری میں ہوئی، یہ علم انساب، مورخ اور نام ہیں

۲۔ جن کی اس بات عمر بن علی بن حسین کی طرف ہے

سے کی، اور حضرت عمر سے زید پیدا ہوئے۔ اس

محقق نے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ عمر نے جن
کے ساتھ شادی کی وہ شیطان تھی، یا انہوں نے اس کے ساتھ ہزار نہیں کیا، یا طاقت کے
زور پر ان کے ساتھ شادی کی۔ اس

علامہ مجلسی نے لکھا ہے:..... اس طرح مفید نے اصل واقعے کا انکار کیا ہے کہ یہ
واقعہ ان کے اس نید سے ثابت نہیں ہے، ورنہ ان روایتوں کی موجودگی میں انکار کیسے کیا
جاسکتا ہے، سندوں کے ساتھ اس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوا تو
حضرت علی ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کو نے مر اپنے گھر آئے، اس کے علاوہ بہت سی
روایتیں ہیں، جن کا تذکرہ "بحار الانوار" میں ہے، یہ عجیب و غریب انکار ہے، اصل جواب
یہ ہے کہ یہ تفسیر اور مجبوری کی وجہ سے پیش آیا ہے..... اس (۴)

میں چتا ہوں: "اکافی" کے مصنف نے اپنی کتاب میں بہت سی روایتیں نقل کی
ہے، جن میں سے ایک یہ ہے: "باب: وہ متوفی عنہا زوہبہا جس کے ساتھ جماع ہو چکا ہو،
کہاں عدت گزارے گی اور اس پر کیا واجب ہے: حمید بن زید عن ابن سنان عن محمد بن زیاد
عن عبد اللہ بن سنان و معاویہ بن شمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام، وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ
سے اس عودت کے بارے میں دریافت کیا جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، کیا وہ اپنے گھر
میں عدت گزارے گی یا جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ جہاں
چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت علی علیہ
السلام ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ (۵)

مخترم تو رکین! میں نے بعض معاصرین سے شادی کے بارے میں دریافت کیا،
اس کا بہترین جواب عدالت اوقاف و میراث کے جج شیخ عبد الحمید خطی نے دیا ہے، انہوں

۱۔ ج ۳ ص ۳۵، برآؤ استول

۲۔ القرون ابن کافی ج ۶ ص ۱۵

نے کہا ہے: اسلام کے شہسوار امام علی علیہ السلام نے اچھی بیٹی ام کلثوم کی شادی کرنے کے سلسلے میں کوئی نافرمانی نہیں کی ہے، آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے، رسول اللہ ﷺ پر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کی دختر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی، ابوسفیان کا مقام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہے، اس شادی کے بارے میں جو دعویٰ اٹائی جاتی ہے اس کا مطلقہ کوئی جواز نہیں ہے۔

آپ لوگوں کی یہ بات کہ ایک شیطان نے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے ام کلثوم کی شکل اختیار کی، تاکہ ان کی جگہ کھڑی رہے، یہ بات ہنسائے والی بھی ہے اور لانے والی بھی، یہ قابل التفات اور قابل توجہ بات ہی نہیں ہے۔

شیخ نے بحث و تحقیق کے مسئلہ کو چھیڑ ہی نہیں ہے، اس سے سسرالی رشتے کے اس نتیجے پر ذرا ملت ہے کہ دو خاندانوں کے درمیان رابطہ و تعلق پایا جاتا ہے اور سسرالی رشتہ پورے اطمینان کے بعد ہی قائم ہوتا ہے، اسی طرح سسرالی رشتے داروں کے درمیان محبت، اخوت اور الفت پر ذرا ملت ہوتی ہے۔

عجب محترم! تم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مسلمان مرد، اہل کتاب عورت سے شادی کر سکتا ہے، لیکن اہل کتاب مرد کا مسلم عورت سے شادی کرنا جائز نہیں ہے، ان دونوں کے درمیان فرق بالکل واضح ہے، چنانچہ تم اس پر غور کرو۔

خلاصہ کلام

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان سسرالی رشتہ بالکل واضح ہے، خصوصاً امام علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اولاد کے درمیان، اسی طرح بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان اسلام سے پہلے بھی اور اسلام آنے کے بعد بھی سسرالی رشتہ کسی سے ڈانکا چھپا نہیں ہے، اس کی سب سے شہور مثال رسول اللہ

ﷺ کی شادی ابوسفیان کی دختر سے ہے۔

یہاں سسرالی رشتے داری قائم ہونے کے بعد پیدا ہونے والے نفسیاتی اور معاشرتی اثرات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، ان میں سے سب سے عظیم اثر یہ ہے کہ دو خاندانوں کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے، ورنہ اس کے اثرات بے انتہا ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ نہ کو رد و بالائتھیالات کافی چیز ہے۔ یا اللہ! التوفیق

تیسری بحث

تعریف کی دلالت

محترم قارئین!

کیا تم نے کبھی اپنے گھر والوں اور رشتے داروں، بلکہ اپنے گاؤں والوں میں سے چند لوگوں کے ساتھ دیار غیر میں زندگی گزاری ہے؟؟

کیا تم نے ان لوگوں کے ساتھ یا اپنے دوستوں کے ساتھ کسی کیمپ میں چند دن گزارے ہیں؟؟

جب محترم! کیا تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ فقر و فاقہ اور ظلم و زیادتی کے، حول میں زندگی گزاری ہے؟ ان تمام مواقع میں ساتھ رہنے والوں کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ وہ سب راحت اور تکلیف کے ساتھی تھے، بلکہ ان کے ساتھ سب سے بہتر انسان حضرت محمد ﷺ بھی تھے؟ نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور خصوصاً السابقون الاولون نے ان مواقع میں ایک ساتھ زندگی گزاری، جی ہاں! ان کی اجتماعی زندگی مختلف ہے، جس کا ایک خاص رنگ اور چھاپ ہے، اس سے ہر وہ شخص واقف ہے جس نے سیرت کا مطالعہ کیا ہے، یا اس کو صحیح مصطفیٰ ﷺ کی زندگی سے تھوڑا بہت تعلق ہے۔

جب محترم! میرا خیال ہے کہ تم ان سطروں کو پڑھ رہے ہو اور میرے ساتھ تاریخ کی گہرائیوں میں منتقل ہو رہے ہو، جب نبی کریم ﷺ مکہ میں دارالرقم میں تھے اور دعوتی سرگرمیاں خفیہ طور پر انجام پارتی تھیں، پھر مکہ ہی میں اسلام کی تبلیغ علی الاعلان شروع ہوئی، پھر جب صحابہ کرام نے دیار غیر حبشہ کی طرف ہجرت کی، اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی، گھریار، مال و دولت اور اپنے عزیز وطن کو چھوڑ دیا، دو دروازے کے مشقت بھرنے سفر میں

ان کے حالات پر غور کرو، اس وقت اوتنوں پر اور پیدل سفر کیا جاتا تھا، ان سبھوں نے غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ میں خوف و ہراس اور حصار کے حالات میں زندگی گزاری، غزوہ تبوک میں صحراء اور بے آب و گیاہ علاقوں کا سفر طے کیا، بدر، خندق، خیبر و حنین اور مکہ وغیرہ جنگوں میں فتوحات کے مرحلے میں بھی زندگی گزاری۔

نفسیاتی اثرات کے بارے میں غور کرو، جی ہاں! ان کے درمیان محبت اور صحبت کیسے نہیں رہ سکتی ہے، تمہارے ذہن و دماغ سے یہ بات غائب نہ رہے کہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تھے، آپ ان کے قائد، مربی اور عالم تھے، تمہارے ذہن میں یہ بات مستحضر رہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب کی طرف سے اس جماعت کے قائد یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس وحی نازل ہو رہی تھی، ان حضرات کے بارے میں غور کرو، ان سبھوں کے دل رسول اللہ ﷺ کے لیے مجتمع تھے، اس جماعت کے نفسیاتی اثرات کے بارے میں غور کرو، جن کے دل آپس میں جڑے ہوئے تھے، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت و مودت تھی اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر ان کے دل مجتمع تھے، رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی تربیت کا فریضہ انجام دیا تھا، ان کے ساتھ زندگی گزاری تھی، جب کہ قرآن کا نزول ہو رہا تھا، میرے ساتھ بیٹھ کر ان مواقع اور ان دنوں کا تصور کرو، ”صحبت رسول اللہ“ میں اس کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

اس میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ محبت و مودت اور تامل میل ان کے درمیان عام تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَ اذْكُرُوا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءَ اٰخِاٰلِفِ بَيْنِنِ قُلُوْبِكُمْ، فَاٰسْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِۦٓ اِخْوَانًا“ (سن ۱۰۳) اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو باہم جوڑ دیا، جس کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

برائے مہربانی اس آیت کریمہ کے معانی پر غور کرو: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اصحاب رسول کے سلسلے میں یہ گواہی ہے کہ اس نے ان کے دلوں کو جوڑا ہے، یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا صحابہ کرام پر احسان ہے، اور اللہ کے فضل و احسان کو کوئی بھی روک نہیں سکتا۔

جی ہاں! یہ ایک حقیقت ہے کہ اس اور غزیرج انصار کے دو خانہ دہانوں کے درمیان انتہائی درجے کی دشمنی بھڑکی ہوئی تھی، لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس دشمنی کو ختم کر دیا اور اس کو محبت و الفت میں تبدیل کر دیا۔

محترم قارئین! اس میں تمہارا کیا نقصان ہے کہ تم اس پر ایمان لے آؤ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں اچھا گمان رکھو، ان کے پروردگار اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے بارے میں گواہی دی ہے اور ان پر کیے ہوئے اپنے احسان کو یاد دلایا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے ہیں، ان کے دل صاف ہیں، ان کے دلوں میں محبت و الفت پیوست ہو گئی ہے، عمومی لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، مخصوص سبب کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اس عمومییت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان و الہیت کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے:

”وَإِنْ يَرِيذُوكَ أَنْ يَخَذَعُوكَ، فَإِنْ حَسِبْتَكَ اللَّهُ، هُوَ الَّذِي يُخَذَعُ بِكَ وَيَالِئُوكَ بَيْنَهُمْ، وَأَلْفَ نِينَ قُلُوبِهِمْ، لَوْ أَنْفَقْتَ مِثْقَالَ رَيْسِ الْقَرْيَةِ مِثْقَالَ رَيْسِ الْقَرْيَةِ، لَوَ أَنْفَقْتَ مِثْقَالَ رَيْسِ الْقَرْيَةِ، لَوَ أَنْفَقْتَ مِثْقَالَ رَيْسِ الْقَرْيَةِ، لَوَ أَنْفَقْتَ مِثْقَالَ رَيْسِ الْقَرْيَةِ“ (الحال ۶۱، ۶۲) اگر وہ آپ کو دیکھ کر دینا چاہیں تو اللہ تمہارے لیے کافی ہے، وہ ہے جس نے اپنی مدد اور موتیوں کے ذریعہ تمہاری تاکید کی، باہمی الفت بھی ان کے دلوں میں اسی نے ڈالی، زمین میں جو پتھر ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا، یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے، وہ غالب آنے والا اور حکمتوں والا ہے۔

محترم قارئین! اس آیت پر غور کرو اور بار بار اس کی تلاوت کرو، کیوں کہ اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس احسان کا تذکرہ ہے کہ اللہ نے ان حضرات کی مدد فرمائی اور موتیوں پر احسان کا تذکرہ کیا ہے، یہاں ہمارے مطالب کی چیز یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ زمین میں موجود پوری دولت بھی لٹا دیتے تو یہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا، لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی احسان فرمانے والا ہے، اس کے باوجود ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جو اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا نفس اس بات پہاڑا ہوا ہے کہ ان نصوص کی مخالفت کریں، اور یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے درمیان دشمنی عام تھی۔

اللہ عز و جل ہم کو یہ خبر دے رہا ہے کہ اسی نے ان کے دلوں کے درمیان محبت پیدا کی اور ان کے دلوں کو جوڑا، ان کو بھائی بھائی بنایا اور ان کو ایک دوسرے پر رحم کرنے والا بنایا، یہ سن کر حضرت افسانے بیان کیے جاتے ہیں کہ ان کے درمیان آپس میں دشمنی تھی!!

بہت سی آیتیں اسی موضوع سے متعلق نازل ہوئی ہیں، جن کا تذکرہ صحابہ کرام کی تعریف کے وقت گزر چکی ہیں، بہت سی آیتیں صحابہ کرام کے اوصاف اور اعمال کے سلسلے میں آئی ہیں، ان میں سے ایک صفت محبت کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ایثار و قربانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ، الَّذِينَ ثَبَتُوا لَكَ الذِّمَّةَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُجِئُونَ مِنْ خِزْيَانِهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَخِصَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (الحشر ۹، ۱۰) مہاجرین و فقراء کے لیے ہے جن کو ان کے گھروں اور مالوں سے نکال دیا گیا، اللہ کے احسان اور رضامندی کی تلاش میں ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں، اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو ان سے پہلے دارالاسلام یعنی مدینہ میں رہائش پذیر ہیں اور ایمان لائے ہیں، جو اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں چاہے ان پر فائدہ کئی ہو، اور جس شخص کو اپنی طبیعت کے نکل سے محفوظ رکھا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں۔

تذکرہ: ناقصیلات میں بعض قرآنی نصوص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جو بہت سے ہیں، ہم نے صرف ان نصوص پر اکتفا کیا ہے جن سے محبت پر دلالت ہوتی ہے اور آپس میں محبت کی موجودگی کی تاکید ہوتی ہے اور اس کا پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

درمیان الفت و محبت تھی، یہ بات آپ سے مخفی نہیں ہے کہ ایشاء و قریانی، اخوت و بھائی چاڑگی، دوستی اور دلوں کی الفت، ان بھی معنی کا تذکرہ قرآنی نصوص میں ملتا ہے، جن سے اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ صحابہ کرام آپ میں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، اس سلسلے میں بہت سے صریح قرآنی نصوص آئے ہیں، مذکورہ بالا آیت کریمہ پر غور کرو تو مضمون ہوگا کہ مہاجرین سے انصار کی محبت کا ثبوت ملتا ہے، اور سورہ فتح کی آخری آیت پر بھی غور کرو۔

امام اربلی نے اپنی کتاب ”کشف المہج“ ص ۲۸۷ میں امام علی بن حسن علیہما السلام سے ایک واقعہ نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ”امام کے پاس عراق سے چند لوگ آئے اور انھوں نے ابو بکر، عمر اور عثمان کے سہنے میں کچھ کہا، جب وہ فارغ ہو گئے تو آپ نے کہا: کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ کیا تم وہو جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: ”لَتَلْفُزُوا أَهْلَ الْبَلَدِ الَّذِينَ أَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّابِقُونَ“ (سورہ ہود) (ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گروہوں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیے گئے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفع اور رضامندی کے طالب ہیں، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں) ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: کیا اس آیت سے تم مراد ہو: ”الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُجْزَوْنَ مِنْهَا جِزَاءً لِمَنْ هُمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَتُؤْتَانِ بِهِمْ حِصَاةً وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا“ (سورہ ہود) (اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو ان سے پہلے دارالاسلام یعنی مدینہ میں رہائش پذیر ہیں اور ایمان لائے ہیں، جو اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں چاہے ان پر فائدہ کسی ہو، اور جس شخص کو اپنی طبیعت کے نکل سے محفوظ رکھا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں) ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: میں سوائی رعیتوں کے تر

ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ”وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ“ (سورہ ہود) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھی بیوں کی مغفرت فرما۔ اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لائے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیع اور نہایت مہربان ہے۔

میرے پاس سے نکلوا اللہ تمھارے ساتھ رحمت و معاملہ فرمائے۔ الخ

یہ امام علی بن مسلمین کی سچ اور سچ مندی ہے، آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، صحابہ اور اہل بیت کی ایک دوسرے کی تعریف سے کتابیں بھری پڑی ہیں، ”سچ اہل اللہ“ پڑھنے والے کو بہت سے ایسے خطبے اور واضح اشارے ملیں گے جو سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں ہیں، یہاں صرف ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جس میں قرآن کریم کا حوالہ دیا گیا ہے:

امام حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میں نے محمد ﷺ کے ساتھیوں کو دیکھا ہے، نہیں میں نے تم میں سے کسی کو ان کے شاہد نہیں دیکھا، وہ اس حال میں صبح کرتے تھے کہ غبار آلود اور نکھرے بالوں والے ہوتے، جب کہ وہ رات سجدوں اور توجہ کی حالت میں گزار چکے ہوتے تھے، چنگاری پر کھڑے ہونے کی طرح اپنی آخرت کی یاد میں کھڑے رہتے، ان کے لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے گویا ان کی آنکھوں کے سامنے بھری کی پینڈلی رہتی (۱) جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں بہہ پڑتیں یہاں تک کہ سر جان بھی بھیگ جاتا، سخت آندھی کے موقع پر درختوں کے پلنے کی طرح یہ بھی عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں کانپتے اور لرزتے رہتے تھے۔“ (سچ اہل اللہ ص ۱۲۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں حضرت علی کی یہ گفتگو بڑی طویل ہے، آپ

کے پورے امام زین العابدین کا ایک آتما پچھ ہے، جس میں صیہ کرام کے لیے دعا کہیں اور تعریفی کلمات ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف میں ہر امام کے متعدد اقوال ہیں، ان کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں، جن میں خلفائے راشدین اور اہمات المؤمنین کی تعریف سراسر ملتی ہیں، اگر یہ سب اقوال جمع کیے جائیں تو اس کی کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی محترم قارئین! انحصار کی خواہش کے باوجود میں نے بڑی تفصیلی بات کی، میں اس کے لیے معذرت خواں ہوں، اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس تفصیل سے مجھے اور آپ کو فائدہ پہنچائے، لیکن کھلم کھچ کو بیان کرنا ضروری ہے مجھے امید ہے کہ تم تھوڑی دیر میرے ساتھ صبر کرو گے، کیوں کہ یہ کتابچہ قریب اٹھم ہے، اہل سنت والجماعت کے نزدیک اہل بیت کے مقام و مرتبے کو بیان کرنے کے لیے مختصر سا وقت درکار ہے، تاکہ تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ اہل سنت والجماعت قرآن کریم کو تھامے رہنے اور اس پر عمل کرنے کے شدیدہ خواہش مند ہیں، اسی طرح وہ اہل بیت رسول ﷺ کو بھی تھامتے ہیں، اس مسئلے پر کھلم تھمتیق کرنے اور لکھنے کی ضرورت ہے، گذشتہ تصبیلات سے سبھی اصحاب رسول کے درمیان آپس میں رحم دلی کی تاکید ہوتی ہے، ان صحابہ کرام میں آپ ﷺ کے رشتے دار اور وہ خاص الخاص افراد بھی ہیں جو آپ کے ساتھ چادر میں داخل ہوئے تھے، اور آپ نے ان کے حق میں دعا کی تھی، اگلے صفحات میں ان کے بعض حقوق کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جن کو علمائے اہل سنت والجماعت نے بیان کیا ہے۔

اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت کا موقف

اہل بیت کی نفوی اور اصطلاحی تعریف:

اہل بیت کسی بھی شخص کے گھر والوں کو کہتے ہیں، عربی لفظ "تساہل" کے معنی گھر والی بنانے کے ہیں، اس کو خلیل نحوی نے بیان کیا ہے (۱) اہل البیت یعنی گھر میں رہنے والے اور اہل الاسلام کے معنی جو اسلام کو اپلو روین اختیار کریں۔ (۲)

"مفایس اللغة" میں آل الرجل کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں: اس کے گھر والے۔ (۳)

ابن منظور نے لکھا ہے: "آل الرجل" سے مراد اس کے گھر والے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے آل سے مراد آپ کے دوست ہیں، اس کی اصل "اہل" ہے، ہاء و ہمزہ سے بدل کر "آل" بنایا گیا ہے، دو ہمزہ ایک ساتھ آئے تو دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا گیا۔ (۴)

آرمی کا گھر اس کا مکان اور عزت ہے۔ (۵) جب "انہیت" کہا جاتا ہے تو اس سے مراد بیت اللہ یعنی کعبہ ہوتا ہے، کیوں کہ مؤمنین کے دل اس کی طرف پکٹتے ہیں اور دلوں کو وہاں سکون ملتا ہے، وہ قبلہ ہے، جب جاہلیت میں "اہل البیت" کہا جاتا تھا تو اس سے مراد گھر والے ہی ہوتے تھے، اسلام کے بعد جب اہل بیت کہا جانے لگا تو اس سے مراد

۱۔ کتاب لہین ص ۸۹

۲۔ الصحاح ۲/۶۲۸، لسان العرب ۱۱/۶۸

۳۔ مجمع اللہ ص ۱۹۱

۴۔ لسان العرب ۱۱/۳۱۶، منہائی فی المعربات فی غریب القرآن ۳

۵۔ لسان العرب ۲/۶۵

رسول اللہ ﷺ کے گھر والے ہیں۔ (۱)

آل رسول سے کیا مراد ہے؟

آل بیت کی تعیین میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے، اس سلسلے میں مشہور اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اہل بیت وہ لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے، یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

۲۔ یہ نبی کریم ﷺ کی اولاد اور بیویاں ہیں، یہ ابن عربی کا قول ہے، جس کو انھوں نے اپنی کتاب "أحكام القرآن" میں بیان کیا ہے، بعض لوگ ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں۔

۳۔ آل نبی ﷺ قیامت تک آنے والے آپ کے تعیین اور پیروکار ہیں، امام نووی نے شرح مسلم میں اس کے دلائل دیے ہیں، اسی طرح "الإنصاف" کے مصنف نے بھی کہا ہے کہ بعض علماء نے صرف ان ہی پیروکاروں کی تخصیص کی ہے جو منقحی اور پرہیزگار ہوں، راجح قول پہلا ہی ہے۔

ایک سوال: وہ لوگ کون ہیں جن کے لیے صدقہ لینا حرام ہے؟؟

وہ نبوہاشم اور بنو مطلب ہیں، یہی راجح قول ہے اور جمہور کا بھی مسلک ہے، بعض علماء نے صرف نبوہاشم کو اس میں شامل کیا ہے اور بنو مطلب کو شامل نہیں کیا ہے۔

ان میں سے بعض لوگوں کے نزدیک آل رسول سے مراد صرف بارہ امام ہیں، ان کے علاوہ کوئی بھی آل میں شامل نہیں ہے، ان کی تفصیلات اور فروعات ہیں جن کو تفصیل کے ساتھ یہاں بیان کرنے کا موقع نہیں ہے، کیوں کہ اس مسئلے میں بہت اختلاف ہے اور اسی وجہ سے امت میں اشتقاق ہوا

۱۔ المغربات فی غریب القرآن ۲۹، شرح الاسلامین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں ایک کتاب تعریف کی ہے، جس کا نام ہے: "علاء الاسلام فی اصلاہ وعلی غریبہ الامم" تفصیلات کے لیے اس کی نظر سے جو غریب کیا جائے، اور محقق کا عقدہ نام اس اور پر دیکھا جائے، محقق نے ان کو انہوں کا تذکرہ کیا ہے جو اس موضوع پر تعریف کی گئی ہیں، اس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ علماء نقل سنت نے اس پر توجہ کی ہے۔

ہے۔ (۱)

آل رسول کے سلسلے میں اہل سنت کا عقیدہ

عقیدے کی ہر کتاب میں جس میں عقائد کے مسائل بیان کیے گئے ہیں، اس میں تم کو ضرور اس مسئلے کی وضاحت ملے گی، کیوں کہ اس کی بڑی اہمیت ہے، اسی وجہ سے علمائے کرام نے اس کو عقیدے کے مسائل میں شمار کیا ہے اور اس کی اہمیت کی وجہ سے علماء نے مستقل کتابیں اس موضوع پر تحریر کی ہیں۔

اہل سنت کے عقیدے کا خلاصہ کلام شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے "العقیدۃ الوسطیۃ" میں بیان کیا ہے، یہ کتابچہ بہت ہی مختصر ہے، اس کے باوجود اس میں امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع کو لیا ہے اور لکھا ہے: اہل سنت رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، ان سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو یاد رکھتے ہیں، جب آپ ﷺ نے "عذیر شرم" کے روز فرمایا: "میں تم کو میرے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تم کو اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔" (۲) رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباس سے فرمایا جب انھوں نے آپ سے یہ شکایت کی کہ قریش کے بعض لوگ نبوہاشم پر ظلم کرتے ہیں: "اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اللہ کی خاطر اور میری رشتہ داری کی خاطر تم سے محبت نہ کریں۔" (۳) آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "اللہ نے اسماعیل کی اولاد کو منتخب کیا، اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا، کنانہ میں قریش کا انتخاب کیا، اور قریش میں نبوہاشم کو

۱۔ اس کی تفصیلات کے لیے دیکھا جائے: المغرب، از: لوفتی

۲۔ علم: کتاب افعال الصلوٰۃ، باب فضل علی ریح ۱۸۸/۱۵

۳۔ مسند امام احمد: تفصائل، باب ما یحقق فیہ من سلسلے میں طویل کلام کیا ہے، اہم بات یہ ہے کہ اس روایت کا سنی صحیح ہے، کیوں کہ آیت کریمہ سے اس کا تائید ہوتی ہے۔

تخریب فرمایا، اور جو بائیس میں میرا انتخاب کیا۔ (مسلم)

میں صرف امام ابن تیمیہ کے اس اقتباس پر اکتفا کرتا ہوں، جس کے بارے میں بیعت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اہل سنت میں سے اہل بیت کے سب سے سخت ترین دشمن ہیں۔

اہل بیت کے حقوق

۱۔ محبت اور دوستی کا حق

محبت محترم! یہ بات تم سے مخفی نہیں ہے کہ ہر مومن مومن کے ساتھ محبت شرعی فریضہ ہے، آل رسول ﷺ کی محبت اور دوستی کے بارے میں جو بتایا گیا ہے وہ خصوصی محبت اور دوستی ہے، جن کے ساتھ اس میں دوسرے شریک نہیں ہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "میری رشتے داری کی خاطر" جہاں تک پہلی محبت کا تعلق ہے، جو اللہ کی خاطر ہے، وہ انسانی اخوت و بھائی چارگی اور دوستی ہے، جو سبھی مسلمانوں کے لیے ہے، کیوں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس لیے یہ محبت سبھی مسلمانوں کے لیے شامل ہے، جن میں اہل بیت بھی ہیں، نبی کریم ﷺ نے اپنی رشتے داری کی وجہ سے اہل بیت سے خصوصی محبت کا تذکرہ کیا، کیوں کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے رشتے دار ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْقَوْلَ فِي الْغُرَبَىٰ" (شوریٰ ۳۳) (آپ کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا، مگر رشتے داری کی محبت، یہ مذکورہ بالا حدیث کا مطلب ہے، کیوں کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے: تم مجھ سے میری رشتے داری کی وجہ سے محبت کرتے ہو، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی قریش کے بھی خاندانوں کے ساتھ رشتے داری تھی، مطلب یہ کہ ان کی محبت، دوستی اور عزت تو قیر رسول اللہ ﷺ سے رشتے داری کی وجہ سے ہے، جو ثابت شدہ ہے، یہ اہل اسلام کی عام دوستی کے علاوہ ہے۔

۲۔ ان کے حق میں رحمت کی دعا کرنا

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنِ السَّلَٰةُ وَمَا لَمْ يَكُنْهُ يُضَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَمَنْ يَمْضُوا تَسْلِيمًا" بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو (احزاب ۵۶)

امام مسلم نے ابو سعید و انصاری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے چنا "میرے پاس رسول اللہ ﷺ سے عبادت کی مجلس میں آئے تو بشر بن سعد نے آپ سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، اللہ کے رسول! ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ جوہری تمنا یہ ہوئی کہ بشر آپ سے سوال ہی نہیں کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیوں! اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ اِبْرٰهِيْمَ وَعَلَىٰ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَمَا بَارَكْتَ وَسَلَّمْتَ عَلَىٰ اِبْرٰهِيْمَ وَعَلَىٰ اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ هِيَ الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَبِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔

ترجمہ: اے اللہ محمد ﷺ پر اور محمد کے آل پر رحمت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تعریف کے لائق اور بڑی بزرگی والا ہے، اور محمد اور ان کی آل پر برکت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو ہی تمام جہانوں میں تعریف کے لائق اور بڑی بزرگی والا ہے۔

مسلم کے بارے میں تم جانتے ہی ہو: (۱) ابو حمید ساعدی سے بخاری اور مسلم نے اسی طرح روایت کی ہے، اس کی بلیں بے شمار ہیں، علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "پوری امت کے مقابلے میں یہ ان کا حق ہے، اس میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے"۔ (۲)

۳۔ مال غنیمت میں خمس یعنی پانچویں حصے کا حق:

۱۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی و آلہ، ۲۰۵، حدیث ۲۵۳

۲۔ ج ۱، ۱۱۱، رقم، اس بارے میں علامہ ابن قیم نے تفصیلی بحث کی ہے

ان کو مال غنیمت میں پانچواں حصہ ملا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِذِهِ حُصْمَتَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَ لِلْيَتَامَىٰ وَ لِلْمَسْكِينِ وَ لِلْبَنِيَّةِ" یہ آیات جان لو کہ جو تم کو غنیمت کا مال ملتا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، ان کے رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر کا ہے (بخاری ۲۱)۔

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، میرے حصہ جتنے داروں کے لیے مخصوص ہے، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی خلفائے راشدین نے ان کو یہ حق دیا، جمہور علماء کرام کا یہی قول ہے، جو سب سے صحیح ہے۔ (۱)

فائدہ: آل بیت کے حقوق بہت سے ہیں، ہم نے یہاں صرف انہم حقوق کو بیان کیا ہے، جس کا اسلام اور نسب (نبی کریم ﷺ سے قرابت و رشتہ داری) ثابت ہو تو اس کے حق میں ان حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے۔

ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ پر اعتماد کرنے سے چڑکنا کیا کرتے تھے، بلکہ میں ہجرت سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو اس بات سے ڈرایا تھا، یہ واقعہ بہت مشہور و معروف واقعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تقرئیں والو! اپنی جانوں کو اللہ سے خریدو، میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اللہ کے رسول کی چچی صفیہ! میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، فاطمہ بنت محمد! تم میرے مال و دولت میں سے جو چاہو مجھ سے مانگو، میں اللہ کے مقابلے میں تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔" (بخاری) ابو لبیب کے سلسلے میں اتری ہوئی آیات سے ہم میں سے ہر ایک واقف ہے، ہم اللہ کے حضور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔

ناصحین کے سلسلے میں اہل سنت و الجماعت کا موقف

اہل سنت و الجماعت کے نزدیک آل رسول کے مقام و مرتبے پر گفتگو کرنے سے پہلے ناصحیوں کے سلسلے میں اہل سنت و الجماعت کے موقف کی وضاحت کرنا ضروری ہے، جس کی تفصیلات ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں:

لفظ "نصب" کے اقویٰ معنی: کسی چیز کو قائم کرنا اور اٹھانا، اسی سے استعمال ہوتا ہے: "نصبہ الشر و الحرب" برائی اور جنگ پر پا کرنے والی۔

قاموں میں ہے: "نواصب، ناصب اور نصب وہ لوگ ہیں جو حضرت علی سے بغض و عداوت رکھتے ہیں، کیوں کہ انہوں نے حضرت علی کے خلاف برائی اور جنگ برپا کی۔

نام کی حقیقت یہ ہے، چنانچہ ہر وہ شخص ناصبی ہے جو آل بیت سے بغض اور عداوت رکھتا ہو۔

منتر مقررین!

امام علی اور آپ کی اولاد رضی اللہ عنہم کی تعریف کے سلسلے میں بلائے اسلام کے واضح اقوال اور صحرا جہنم موجود ہیں، ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بنت میں ہیں۔

یہاں ناصحین کے سلسلے میں اہل سنت و الجماعت کے موقف کو بیان کیا جا رہا ہے اور ناصحین سے اہل سنت کی برائت کو واضح کیا جا رہا ہے، یہ بڑا ہی اہم مسئلہ ہے، کیوں کہ یہ مسئلہ امت مسلمہ میں اختلاف اور انتشار کا باعث ہے، ناصحی فرقتے سے فائدہ اٹھانے والے چند لوگ ہیں، جو ایسی تقریریں کرتے ہیں اور مضامین لکھتے ہیں جن سے اختلاف بھڑکتے ہیں اور امت کے انتشار میں ہر موقع پر اضافہ ہوتا ہے، بلکہ بے موقع فرقہ بھڑک اٹھتا ہے، اس طرح کی ہر گفتگو سے آگ بھڑکتی ہے اور چنگاری تیز سے تیز تر ہو جاتی ہے، یہ

ہائیں صرف یہ صرف جھوٹ اور بہتان ہیں۔

اس طرح کی ننگنگو کرنے والا اہل سنت والجماعت کو یہ الزام دیتا ہے کہ وہ امام علی اور آپ کی اولاد رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتے ہیں، پھر یہ شخص جھوٹ گھڑنے میں اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دیتا ہے، وہ امام علی سے اہل سنت والجماعت کی دشمنی کے سلسلے میں خیالی کجائیاں اور من گھڑت ہفتائوں کو بیان کرتا ہے۔

اہل سنت حضرت علی کی فضیلت میں بہت ہی حد میں نفس کرتے ہیں، کوئی بھی حدیث کی ایسی کتاب نہیں ہے جس میں امام علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب کا تذکرہ نہ ہو۔

محترم قارئین!

مصحفین کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کا موقف بالکل واضح ہے، میں یہاں صرف ابن تیمیہ کا اقتباس پیش کر رہا ہوں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی کو گالی دینا اور ان پر لعنت کرنا باغوات ہے، جس کے مرتکبین کو "پاشی گرد" کہا جاتا ہے، جیسا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں خالد عذام سے روایت کی ہے کہ مکرمد نے کہا: حضرت عبد اللہ بن عباس نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: ابو سعید کے پاس جاؤ اور ان کی بات سنو! چنانچہ ہم ان کے پاس چلے گئے، وہ ایک بار غصہ سے تھے، وہاں کچھ کام کر رہے تھے، انہوں نے اپنی چادر لی اور باقی ہاتھ دھو گئے، پھر وہ ہم کو دہانے لگے، یہاں تک کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر کا تذکرہ آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اجنبی دھورہ تھے اور تمہارے دو دو اجنبی دھورہ تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان سے منی چھڑنے لگے اور فرمایا: "عمار کا ناس جو باغی جماعت ان کا قتل کرے گی، یہ ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہیں، اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلا رہے ہیں" مروی کہتے ہیں کہ حضرت عمار زکریا کرتے تھے: میں گفتگوں سے اللہ کے حضور پناہ مانگتا ہوں۔

امام مسلم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھ سے بہتر

شخص ابو قتادہ نے مجھ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے وقت عمار سے فرمایا: "ابن سبیہ کے لیے بری خبر ہے کہ اس کو باغی جماعت قتل کرے گی۔"

امام مسلم نے ہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔" (۱)

اس سے بھی حضرت علی کی امامت کے صحیح ہونے اور ان کی اطاعت واجب ہونے کی دلیل ملتی ہے، ان کی اطاعت کی طرف بلائے والا جنت کی طرف بلائے والا ہے، اور ان کے خلاف جنگ کے لیے بلائے والا جہنم کی طرف بلائے والا ہے، (چہ وہ تاویل کا سہارا لے رہا ہو) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علی کے خلاف جنگ کرنا جائز نہیں تھا، اسی بنا پر حضرت علی سے سرتاج جنگ کرنے والا غلط ہے، جب دو تاویل پیش کرے یا بغیر تاویل کے جنگ کرے تو وہ باغی ہے، یہی ہمارے اصحاب کا صحیح قول ہے، علی کے خلاف جنگ کرنے والوں کو خدا شہر مانے کا ہی حکم ہے، یہی امر وفتنہ کا مسلک ہے، جنہوں نے اس کو پیش کیا اور تاویل کرنے والے باغیوں کے نکلنے کے فریضے کو مسلک بیان کیے ہیں۔ (۲)

امام ابن تیمیہ کی مندرجہ ذیل عبارت پر غور کیجئے:

امام رحمۃ اللہ علیہ یزید کے سلسلے میں اہل سنت والجماعت کے موقف کے بارے میں تفصیلی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں، انہوں نے یزید کے سلسلے میں علماء کے اختلافات کا بھی تذکرہ کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "البتہ جس نے حسین کو قتل کیا ہے، یا ان کو قتل کرنے میں تعاون کیا ہے، یا اس پر راضی ہے تو اس پر اللہ فرشتوں اور سبھی لوگوں کی لعنت ہے۔" (۳)

کیا پھر کسی خطیب یا معلم کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت پر طعن و تشنیع کرے اور یہ کہے کہ وہ باغی ہیں، یہ سلف صالحین ائمہ کرام میں سے ایک امام کا قول ہے۔

۱- منبع قدسی شیخ الاسلام

۲- ایضاً ۱/۳۱۲

۳- ایضاً ۱/۳۱۲

تھوڑی دیر وقفہ

میرے محترم بھائیو!

اس کتابچہ کو پڑھنے کے بعد تمہارے دل میں بہت سے سوالات اٹھ سکتے ہیں، ہماری تاریخ میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان صحیفین اور جمل کی جنگیں ہوئی ہیں، دونوں طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، البتہ اکثریت حضرت علی اور ان کے آل کے ساتھ تھی، اس موضوع پر الگ کتاب تحریر کرنے کی ضرورت ہے، میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ ان مسائل کی وضاحت کرنے اور حقیقت بیان کرنے میں میری مدد فرمائے۔

میں خود کو اور تم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ فرمان یاد دلاتا ہوں: "وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمْ، فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي، حَتَّىٰ تَفِي إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَتَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ، إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ....." (حجرت ۹-۱۰) اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں سے ایک کو لڑا کر، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرو اور عدل کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے، سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جنگ کے باوجود ان لوگوں کو مومن کہا ہے، یہ آیت کریمہ بالکل واضح ہے، اسی کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں ہے، پس یہ سب مومن ہیں، چاہے ان کے درمیان جنگیں ہوئی ہوں۔

اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَمَنْ عَفِيَ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَلْيَتَّبِعْ

بِالْمَعْرُوفِ فِي....." (بقرہ ۸۸) (ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھائی کی اتباع کرنی چاہیے.....) یہ آیت نقل عہد کے سلسلے میں ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قاتل اور مقتول کے اولیاء کے درمیان ایمانی اخوت کو ظاہر کیا ہے، حالانکہ قاتل کا جرم بڑا سنگین ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی بڑی سخت سزا مقرر کی ہے، لیکن وہ ایمان کے دائرے سے نہیں نکلتا ہے، وہ مقتول کے اولیاء کے ایمانی بھائی ہے، اللہ فرماتا ہے: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ"۔ سبھی مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

اس موضوع کے لیے الگ ہی کتاب تحریر کرنے کی ضرورت ہے، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جلد ہی یہ کتاب منظر عام پر آئے گی۔

خلاصہ کلام

اللہ ہی کے لیے تعریف ہے جس نے نبی کریم ﷺ، اہل بیت اور صحابہ کرام پر رضی اللہ عنہم کی محبت ہمیں عطا فرمائی اور ہم پر یہ احسان عظیم کیا۔

محبت محترم! ہم نے تمھاری اور رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ اہل و عیال اور بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ گزاری، اس دوران ہمیں آپس میں ایک دوسرے پر رحم دلی، امن کے درمیان موجود محبت و مودت، صلہ رحمی، سسرالی رشتہ، اخوت و بھائی چارگی اور دلوں کا ایک دوسرے سے مربوط رہنے کا پتہ چلا، جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن کریم میں کیا ہے۔

یہ سب جاننے کے بعد ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے حضور یہ دعا کرتے رہیں کہ وہ ہمیں اس کو نصی کرنے والے اور اس کی محبت کا حق وارثانے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں سے بنائے جن کا تذکرہ مہاجرین و انصار کی تعریف کرنے کے بعد قرآن کریم میں کیا ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ" (سورہ شوریٰ) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: "اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لائے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لائے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔"

جس طرح انما سرزمین العابدین نے فرمایا ہے: جب بعض لوگوں نے ابو بکر، عمر اور عثمان کے سلسلے میں کچھ کچھ، جب وہ فارغ ہو گئے تو آپ نے کہا: کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ کیا تم وہو جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے: "لَقَدْ نَزَّ الْإِنْفِجَارِيُّونَ الَّذِينَ أَخْرَجُوا جَنِّبَانِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يُبْتَغُونَ فُضْلًا بَيْنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصَرُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّابِقُونَ" (سورہ شوریٰ) ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے

مالوں سے جدا کر دیے گئے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضل اور رضامندی کے طالب ہیں، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں (ان لوگوں نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا: کیا تم اس آیت سے مراد: "الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُجِبُونَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْبَيْتِ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَخِيقَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الصَّابِقُونَ" (سورہ شوریٰ) (اور ان لوگوں کا) (بھی حق ہے) جو ان سے پہلے دارالاسلام یعنی مدینہ میں رہائش پذیر ہیں اور ایمان لاتے ہیں، جو اپنی طرف ہجرت کر کے آئے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو ملتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں چاہے ان پر فاقہ پڑے ہو، اور جس شخص کو اپنی طبیعت کے نکل سے محفوظ رکھ گیا وہی لوگ کامیاب ہیں) ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو، جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ" (سورہ شوریٰ) اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہماری اور ہم سے پہلے ایمان لائے والے ہمارے بھائیوں کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ان کی دشمنی نہ رکھ جو ایمان لائے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔"

میرے پاس سے نکلے اللہ تمھارے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ (بخاری ۱۱۱)

جتنی بھی نشانیوں کا ظہور ہو جائے اور وہ نکل واضح ہو جائے، انسان اپنے مولیٰ عزوجل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، یہ بات معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے عظیمہ ہجرات اور قرآن کریم کے ذریعے اپنے رسول کی ہائیدگی، جس کو اللہ تعالیٰ نے "نور مبین" سے تعبیر فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ کے حسن اخلاق، قوت ایمان، فصاحت و بلاغت، ظاہری و باطنی خوبیوں اور بچپن سے مبعوث ہونے تک مکہ والوں کے سامنے آپ کی زندگی کی کتاب کھلی رہنے کے باوجود بہت

سے مکہ والے اپنے کفر پر جے رہے، یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا، اسی وجہ سے ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم مسلسل دعا کرتے رہیں اور حق پر ثابت قدم رہیں، آپ ﷺ کی ہر وقت اور ہر جگہ اتباع کی توفیق کی دعا مانگتے رہیں، کیوں کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔

میرے محترم بھائیو! اس بات کو یاد رکھو کہ تم اللہ کے احکامات وادامر پر عمل کرنے کے ذمے دار ہو اور اللہ اس پر تمہارا حساب کرنے والا ہے، پس تم اس بات سے چونکا رہو کہ تم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام پر کسی بھی بشر کے کلام کو مقدم نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں تمہارے لیے قرآن کو نازل کیا ہے اور اس کو مومنین کے لیے ہدایت اور شفا یابی کا سامان بنایا ہے، اور دوسروں کے لیے گمراہی کا سبب بنا دیا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قُلْ هُوَ لِسَانِي أَمَّنَا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِئَ آذَانِهِمْ وَقُصْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى" (نمل: ۴۷) (آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہر این اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے) پس اس قرآن کے ذریعے ہدایت پاؤ اور اس کو اپنی آنکھوں کا نور بناؤ، اللہ تمہیں اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

محترم بھائیو! اللہ سبحانہ و تعالیٰ سبھی مخلوقات کا حساب لے گا، کسی بھی انسان کو اس کا اختیار نہیں رہے گا، البتہ نیک لوگوں کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی، جس کے لیے بہت سی شرطیں ہیں، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرنے اور اس کے بندوں پر حکم لگانے سے باز آئیں۔

اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہوگا کہ ہم اہل بیت اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت کریں، بلکہ یہ قرآن کریم اور صحیح روایتوں کے مطابق ہے، پس تم اس پر غور کرو۔ اخیر میں ہم پر ضروری ہے کہ ہم پوری جدوجہد کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور یہ دعا کریں کہ ہمارے دلوں سے صحابہ کرام کی ناپسندیدگی اور نفرت کو نکال دے اور ہم کو حق کلمہ دے، ہمارے نفس اور شیطان کے خلاف ہماری مدد فرمائے، اللہ بڑا کارساز ہے اور بڑی قدرت والا ہے۔

عشرہ مبشرہ اور خاندان بنو ہاشم کے درمیان سسرالی رشتہ

شمار	خاندان بنو ہاشم	صحابہ کرام	مراجع
۱	رسول اللہ ﷺ	عائشہ بنت صدیق حصہ بنت عمر رملہ بنت ابوسفیان	سبھی مصادر و مراجع
۲	عمر بن خطاب	ام کلثوم بنت علی	اکثر مراجع و مصادر
۳	فاطمہ بنت حسین	عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان	آئینہ اللطیفین ص ۶۵، از ابن مسعود ص ۶۵، اللطیف فی آئینہ آل ابی طالب ص ۱۱۸، ابن عتبہ
۴	صفیہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی	عوام بن خویلد، ان سے اسلام سے پہلے زبیر بن عوام کی پیدائش ہوئی	سبھی مراجع و مصادر
۵	ام آسن بنت حسن بن علی بن ابوطالب	ان سے عبد اللہ بن زبیر نے شادی کی، ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی زید نے ان کے ساتھ شادی کی	الطیفی الآمال ص ۳۴۱، شیخ عباس قمی، تراجم اتساء، شیخ محمد حسین حائری ص ۳۴۶

۶	رقیہ بنت حسن بن علی بن ابوطالب	ان سے عمرو بن زبیر بن عوام نے شادی کی	متحسی آٹھ ماہی ص ۳۳۴، شیخ عباس قمی، تراجم النساء، محمد علی ص ۳۳۶
۷	حسین اصغر بن زین العابدین	انہوں نے خالدہ بنت حمزہ بن مصعب بن عمیر سے شادی کی	تراجم النساء، از: محمد علی ص ۳۶۱

اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں، سیکندہ بنت حسین کی شادی مصعب بن زبیر سے ساتھ ہوئی تھی، یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے، جس کی تحقیق کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، سسرالی رشتے واریوں کے سلسلے میں بہت سی کتابیں ہیں، جن میں اس موضوع کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

من إصداراتنا
More Others

